جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں اگر فاعل اللہ نہ ہو تو پھر عبدہٖ کی ضمیر اللہ کی طرف کیسے راجع ہو سکتی ہے، اس میں کچھ زیادہ وزن نہیں ہے۔ قرآن اور لغتِ عرب میں مرجع کے بعید یا غائب یا مؤخر ہونے کی مثالیں موجود ہیں تمام علماء و مفسرین جنہوں نے والنجم کی ان آیات میں جبریل کو فریق ثانی قرار دیا ہے، انہوں نے بھی عبدہٖ میں ضمیر کا مرجع اللہ ہی مراد لیا ہے اور اوحیٰ اور عبد کے الفاظ کو اس کے لیے واضح قرینہ سمجھا ہے۔

ضلالت و ہدایت

سوال: آپ کا لٹریچر ۱۷ سال کی عمر میں ۱۹۴۸ء میں پڑھنا شروع کیا اور ۱۹۵۲ء تک تقریباً تمام کتابیں خرید کر پڑھ ڈالیں۔ ۱۹۵۱ء کے سالانہ اجتماع کراچی میں بھی شرکت کی پھر متفق جماعت بن گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر حتی الامکان چلنے کی کوشش کرتا رہا۔

۱۹۵۳ء یا ۱۹۵۴ء میں ماہنامہ . . . . پڑھنے کو مل گیا، جس سے گمراہ ہو گیا اور کفر کی حد تک جا پہنچا۔ تفہیمات کو کئی بار پڑھا مگر الجھن دور نہ ہوئی۔ اس کے بعد ہر قسم کا مذہبی لٹریچر پڑھنا چھوڑ دیا۔

دسمبر ۱۹۶۵ء میں "سنت کی آئینی حیثیت" پڑھنے کو مل گئی۔ اس سے بیشتر شکوک دور ہو گئے اور اب اللہ کے فضل سے احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔

اب معلوم یہ کرنا ہے کہ

۱۔ جو زندگی میں نے اسلام کے مطابق بسر کی تھی کیا مجھے اس کا کوئی اجر ملے گا یا وہ کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مارا جائے گا۔

۲۔ انسان جب گمراہ ہوتا ہے تو بعض اوقات نیک نیتی سے بھی ہوتا ہے۔ ایسے

موقع پر عام آدمی کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر ہے یا نہیں۔
راہِ حق پر استوار رہنے کی صحیح تدبیر کیا ہے۔

۳۔ دین کی کچھ باتیں، اگر عقل تسلیم نہ کرے تو کیا کرنا چاہیے۔ ایمان تو ہم لا سکتے ہیں اور اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں مگر دل اس سے مطمئن نہ ہو تو کیا کیا جائے۔

جواب۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ انکارِ حدیث و سنت اور الحاد کی جانب مائل ہو جانے کے بعد اللہ نے آپ کو راہِ راست کی طرف آجانے کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ اللہ آپ کو دینِ حق پر ثابت قدم رکھے اور آئندہ آپ لغزش کا شکار نہ ہونے پائیں۔ آپ کے سوالات کے مختصر جوابات درجِ ذیل ہیں:

(۱) اگر آپ انکار و الحاد کی روش پر قائم رہتے، تب تو ظاہر ہے کہ آپ کی سابق اسلامی زندگی کے اعمال بالکل اکارت جاتے۔ لیکن اب جبکہ ضلالت کا دور مستقل ثابت نہیں ہوا، بلکہ آپ پھر اسلام کی طرف پلٹ آئے ہیں، اس لیے اللہ آپ کو سابق عمل صالح کا بھی اجر دیگا۔ اس بات کی دلیل خود قرآن سے ملتی ہے۔ سورۂ حدید کے آخر میں جن لوگوں کو رسالتِ محمدی پر ایمان لانے کے نتیجے میں دوہرے اجر کی بشارت دی گئی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد اہلِ کتاب ہیں۔ اہلِ کتاب بعثتِ محمدی سے پہلے تو اسلام پر تھے، مگر آنحضورؐ کی نبوت کے بعد جب وہ فوراً ایمان نہ لائے تو کافر ہو گئے۔ اس کے باوجود اللہ یہ خوشخبری ان کو دیتا ہے کہ اگر تم اب بھی مسلم بن جاؤ تو تمہاری پہلی اسلامی زندگی کا اجر ضائع نہ ہو گا۔ بعض صحیح احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ ایسے اہلِ کتاب کے لیے دُونا اجر ہے۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان بعض اوقات نیک نیتی سے بھی گمراہ ہو جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں اگر تین باتیں انسان میں موجود ہوں تو بالعموم گمراہی کا احساس ہو جانے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھ، کان اور اپنے دل و دماغ پر تالے ڈال کر نہ رکھے تاکہ جو چیز بھی اس کے سامنے آئے، اس کا کھلے دل اور کھلی آنکھ کے ساتھ مشاہدہ کر سکے، خواہ وہ

اس کی طبیعت اور مذاق کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ انسان جو رائے بھی قائم کرے وہ دیانت داری اور بے لوثی کے ساتھ قائم کرے اور ضمیر کی آواز کو کبھی دبانے کی کوشش نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان گمراہی کو محض اس وجہ سے پسند کرتا ہے اور اسے راست روی پر ترجیح دینے کے لیے اس لیے بہانے تلاش کرتا ہے کہ گمراہی اس کے مرغوباتِ نفس کے مطابق ہوتی ہے یا اس سے انسان کے ذاتی اغراض و مقاصد وابستہ ہوتے ہیں۔ تیسری ضروری بات یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ سے دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے صراطِ مستقیم دکھائے اور ضلالت سے بچائے۔ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت یہی دعا ہم مانگتے ہیں۔ ہدایت و ضلالت کا اصل سررشتہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اس لیے طلبِ توفیق ہر حال میں لازم ہے۔

(۳) بحیثیتِ مجموعی دینِ اسلام کے متعلق یہ اطمینان کر لینا کافی ہے کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور اس کی تعلیمات فی الجملہ حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک حکم اور اس کے ایک ایک جز کے متعلق عقلی اطمینان ضروری ہے، نہ ممکن ہے۔